Oriental College Magazine, Vol.101, No. 01, Serial No. 379, 2025

اکبر الہ آبادی کی شاعری میں شیخ و شراب کے علامتی تصورات

غلام جیلانی

لیکچرار اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

THE SYMBOLIC CONCEPTS OF SHEIKH AND WINE IN THE POETRY OF AKBAR ALAH ABADI

Ghulam Jilani
Lecturer in Urdu
Lahore LEADS University, Lahore

Abstract

Akber Ilah Abadi's poetry is the best example of the unique experience and vision. He has great love for Islamic values, Tasawwuf and Persian literature. His approach is up to all those feelings and emotions of Indian Muslims, which irony and satire in his poetry as a weapon to discover the hidden continents of Indian Muslims and physical self. His mystic approach in his poetry makes him Sufi poet and lover of Islamic philosophy. He presents his views in poetry through different symbols. Especially the symbols of "Sheikh" and "Sharab" are very meaningful in his poetry. "Sheikh" is the symbol of Indian Muslim's hipocracy while "Sharab" means "Sharab-e-Toheed", Muslim faith, Islamic civilization and love of Allah Almighty. Western "Sharab" means Western Civilization, culture and materialism.

Keywords:
Akbar Ilah Abadi, Persian, Literature, Indian Muslims, Irony, Shaikh, Sharab-e Taohee.

سید اکبر حسین، معروف بہ اکبر الٰہ آبادی (اکتوبر ۱۸۴۵ء۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۱ء) کا نام تاریخ اردو ادب کی اُن جیّد اور مقتدر ہستیوں کے ساتھ آتا ہے، جنھوں نے اردو زبان اور قوم کے درد کو دل میں پالا اور شاعری کو اصلاح معاشرت و اخلاق کے لیے وقف کر دیا۔ اکبر کی شخصیت میں پائے جانے والے عناصر عام طور پر کسی ایک شخص کی زندگی میں شاذونادر ہی بنتے ہیں۔ ان کے ذہن میں بلا کی وسعت تھی۔ اگرچہ ان کی بنیادی حیثیت شاعر کی ہے اور اسی حیثیت سے اردو ادب کی تاریخ میں انھیں بلند مرتبہ حاصل ہے مگر مثل قوس قزح ان کے اندر سات رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اکبر بیک وقت عظیم شاعر، مصلح، صوفی، شیخ، فلسفی طنز و مزاح نگار اور ناقدانہ بصیرت کی حامل شخصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کی ذات قدیم و جدید تہذیب کا سرچشمہ ہے۔ وہ شرابِ معرفت اور شرابِ طہور کے پیالوں سے مست ہو کر دختر رز اور ولایتی شراب کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے لیے صرف اور صرف شرابِ طہور ہی حلال ہے۔ باقی ساری شرابیں ان کے لیے زہر ہلاہل سے زیادہ خطرناک ہیں۔ وہ مشیخیت کی دستار پہن کر مسندِ شیخ پر جلوہ افروز ہو کر جعلی شیوخ، ریاکاری، سیاست، خانقاہی نظام، معاشرتی و سماجی تبدیلیوں، بے عمل مسلمانوں، انگریز کی مکاریوں اور ہندوئوں کی چالبازیوں کا پردہ فاش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اپنے اسلاف سے محبت ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ مشرقی طور و اطوار اور روحانیت کے وہ پرستار تھے جبکہ مغربی تہذیب کو ان خوبیوں سے بالکل عاری سمجھتے تھے۔ انھی خوبیوں کی بنا پر علامہ اقبال نا صرف ان کے مداح تھے بلکہ آپ کو پیر و مرشد تصور کرتے تھے۔ ایک خط میں علامہ اقبالؒ ان کے حضور یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں:

> ”میں آپ کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس نگاہ سے کوئی مرید اپنے پیر کو دیکھے، اور وہی محبت و عقیدت اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ مجھے آپ سے شرفِ نیاز حاصل ہو اور میں اپنے دل کو چیر کر آپ کے سامنے رکھ دُوں۔“ (۱)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ”بانگ درا“ کے مزاحیہ اشعار اکبر کے تتبع میں اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کے بموجب ”اظہار عقیدت“ کے لئے لکھے ہیں۔ (۲) متعدد اہم، سنجیدہ اور مزاحیہ شعرا نے ان کی پیروی کی اور اس پر فخر کیا۔ یاس، یگانہ چنگیزی جیسا انا پرست ان کا بہت مداح تھا۔ (۳)

اکبر الٰہ آبادی چونکہ سرکار کے ملازم بھی تھے اور انگریز حکومت کے خلاف بھی، اس لیے سیاسی مسائل کو کھلے الفاظ میں بیان کرنے سے زیادہ تر قاصر رہے۔ انھی وجوہات کی بنیاد پر انھوں نے علامتی انداز

اختیار کیا۔ علامات میں اکبر نے وہ کچھ کہہ دیا ہے جو صاف طور پر کہنا ناممکن تھا۔(۴) "کلیات اکبر" کی چاروں جلدیں ان گنت علامات سے بھری پڑی ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ لہٰذا موضوع کی تحدید ناگزیر تھی۔ اس مقالہ میں اکبر کی دو علامات "شیخ اور شراب" کا ذکر ہوگا۔

سب سے پہلے "شیخ" کی علامت کا بیان کرتے ہیں۔ "شیخ" عربی زبان کا لفظ ہے "فرہنگِ عامرہ" میں اس کے معانی بڈھا، بزرگ، پیر اور خواجہ درج ہیں جبکہ "فیروزاللغات جامع" میں اس کے معانی قدرے تفصیل سے درج ہیں۔ اس لغت میں "شیخ" بوڑھا آدمی، پیر مرشد، بزرگ، مذہبی علوم میں فائق، سرکردہ پیشوا، خانقاہ کا سردار، سجادہ نشین، مسلمانوں کی ایک ذات اور عرب کا سردار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع "شیوخ اور مشائخ" درج ہیں۔ "شیخ" کے معانی کی تفصیل اس لیے بھی اہم تھی کہ اکبر نے اپنی شاعری میں لفظ "شیخ" کا استعمال تقریباً تمام معنوں میں کیا ہے اور اس علامت سے حیران کن نکات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ وہ واضح انداز میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔ اکثر اشعار میں "شیخ" کی علامت مسلمان قوم کی نمائندگی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ شیخ کا لفظ عربی سے آیا اور اردو میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ہند کے مسلمانوں کے لئے شیخ کا لفظ اس لیے بھی زیادہ مناسب ہے کہ یہاں دینِ اسلام شیوخ اور مشائخ عظام کے مرہون منت ہے۔ اسی سیاق وسباق میں چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

شیخ اگر کعبے میں خوش ہے برہمن بت خانے میں
اپنے اپنے طور پر ہر شخص بہلاتا ہے دل

شیخ کے پاس ہے اب صرف مصلیٰ باقی
اور مرے پاس ہے اردوئے معلی باقی

ہند میں شیخ رہ گیا افسوس
اونٹ گنگا میں بہہ گیا افسوس

اکبر الٰہ آبادی ایک خالص مشرقی اور تصوف کے پرستار تھے۔ صوفیانہ رنگ ان کے ہاں بکثرت موجود ہے۔ خواجہ محمد زکریا ان کے اس شغف کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"انھیں فلسفے سے کچھ دلچسپی تھی لیکن تصوف سے بہت لگاؤ تھا۔ چنانچہ آخری دور میں ایسے اخلاقی مضامین کی کثرت ہے جو مطالعۂ قرآن، صوفیہ کے تذکروں، فلسفیانہ تصانیف اور شعراء کے دواوین سے اخذ کئے گئے ہیں اور ان میں بہت کچھ ذاتی فکر و تدبر بھی ہے۔"(۵)

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی مشرقیت اور روحانیت پر رشک کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک خط میں اقبال اکبر کے چھوٹے بیٹے ہاشم کی خوش بختی یوں بیان کرتے ہیں:

> ”کس قدر خوش نصیب لڑکا ہے کہ پیرانِ مشرق سے فیض کی نظرے رہا ہے۔ یہی نظر صبغۃ اللہ ہے۔ وما احسن صبغۃ!
>
> اب کوئی دن جاتا ہے کہ پیرانِ مشرق دُنیا میں نہ رہیں گے اور آئندہ زمانے کے مسلمان بچے نہایت بد نصیب ہوں گے۔“ (۶)

اکبر الہ آبادی بھی پیران مشرق کی کمیابی اور روحانی اقدار کے زوال کو بیان کرنے کے لئے ”شیخ“ کی علامت کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس کے ذریعے معاشرے پر طنز کرتے ہیں اور اصلاحی پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ اشعار دیکھئے:

سید اٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسا نہ ملا
شیخ کی جانب کوئی جاتا نہیں، کہتے ہیں سب
ہے فقط کوثر و تسنیم ان کے ہاتھ میں

اپنے اسلاف سے روگردانی اور ہزاروں سالہ تاریخ سے منہ موڑنے کے حوالے سے اکبر کا یہ قطعہ قابل غور ہے:

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلر کی کر خوشی سے پھول جا

اسی طرح اکبر انگریزی تہذیب پر طنز اور ان کے اطوار بیان کرنے کے علاوہ مسلم تہذیب کے فرق کو بیان کرنے کے لئے ”شیخ“ کی علامت استعمال کرتے ہیں۔

سر سید احمد خان چونکہ انگریزی تعلیم کے حامی تھے اور اکبر انھیں انگریز کا پٹھو سمجھتے تھے اس لیے سر سید کے جملے، کہ زمانہ بدل گیا ہے‘ کہ بارے میں ”شیخ“ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں طنز کرتے ہیں:

کیسی نماز ہال میں ناچو جناب شیخ
تم کو خبر نہیں کہ زمانہ بدل گیا
ساتھ ان کے مرا شیخ تو چل ہی نہیں سکتا
بندر کی طرح اونٹ اچھل ہی نہیں سکتا
شیخ کی وہ دھج نہیں وہ شیخ کی ڈاڑھی نہیں
دوستی مذہب سے ہے مگر اس قدر گاڑھی نہیں

اکبر بعض جگہ سیاست دانوں اور لیڈروں کو بھی "شیخ" کی علامت کے استعمال سے طنز کے شکنجے میں لاتے ہیں۔ وہ ان راہنمائوں کی منافقت اور تضاد کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے جدید تہذیب کا مذاق بھی اڑاتے ہیں:

شوہر افسردہ پڑے ہیں اور مرید آوارہ ہیں
بیبیاں اسکول میں ہیں، شیخ جی دربار میں
مرا ٹٹو زیادہ مشرقی ہے شیخ صاحب سے
کہ وہ موٹر پہ چڑھتے ہیں یہ موٹر سے بدکتا ہے
شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھ سے کہہ دیا
آپ بی اے پاس ہیں اور بندہ بی بی پاس ہے

مغربی تہذیب کی یلغار، انگریزوں کی غلامی اور نئے طرز حکومت سے اکبر کو بہت سے اندیشے لاحق تھے۔ مغربی تہذیب کا دلدادہ گروہ مذہب کو سائنس اور فلسفے کے تابع بنا رہا تھا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہنوں پر مغرب کا رعب قبضہ جما چکا تھا۔ سیاسی غلامی تو تھی ہی، اب ذہنی غلامی کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ یہ طبقہ مغرب کی ہر بات کو اعلیٰ و برتر اور مشرق کی ہر چیز کو ادنیٰ و پست سمجھنے لگا تھا۔ "شیخ" چونکہ مسلم تہذیب کی علامت ہے اس لئے مغربی تہذیب کی کشش اور اس سے مسلمانوں کی مرعوبیت کو بیان کرنے کے لئے شیخ کی علامت کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ چند اشعار دیکھئے:

شیخ کو وجد میں لاتی ہیں پیانوں کی دھنیں
پیچ دستارِ فضیلت کے کھلے جاتے ہیں
سدھاریں شیخ کعبے کو ہم انگلستاں دیکھیں گے
وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے

اس اکھاڑے میں اڑنگے دیکھ کر قانون کے
شیخ نے تہبند سے ہجرت کی طرف پتلون کے
مرعوب ہو گئے ہیں ولایت سے شیخ جی
اب صرف منع کرتے ہیں دیسی شراب کو

اکبر اس علامت کو شیخ حقیقی کے معانی میں بھی استعمال کرتے ہیں:

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے
کورس تو کورس ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں

عصر حاضر کے شیوخ پر طنز اور ان کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے وہ ''شیخ'' کی علامت کا استعمال کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کا دکھ ہوتا ہے کہ وہ خانقاہیں جہاں سے ہندوستانی تہذیب نے فیض پایا اب جعلی مشائخ سے بھری پڑی ہیں۔ وہ قلندر جن کی بارگاہ میں حاضری کے لئے بادشاہ تڑپتے تھے اب وہاں سجادہ نشین دولت و حرص کے پجاری ہیں جو انگریزوں کی غلامی پر بھی رضامند نظر آتے ہیں۔ ریاکاری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ اس تناظر میں یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

خلافِ شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں
مجھ ایسے رند سے رکھتے ضرور ہی الفت
جنابِ شیخ اگر عاشق خدا ہوتے
دَیر میں ہنستے ہیں اب، کعبے میں برسوں رو لیے
شیخ جی کرتے ہی کیا؟ بابو کے پیچھے ہو لیے

معاشرتی اور سماجی کشمکش کو بیان کرنے کے لئے بھی اکبر ''شیخ'' کی علامت کو منفرد انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ تہذیبی تصادم جہاں مسلم تہذیب، ہندو تہذیب اور مغربی تہذیب آپس میں برسرپیکار نظر آرہی تھیں، جہاں دولت اور عقل و سائنس کو ہی برتر مانا جارہا تھا اور پرانے اقدار زوال کا شکار ہو رہے تھے اور سرسید کی نگاہ بھی نتائج پر نہ تھی تو اکبر اس صورتحال کو یوں بیان کرتا ہے:

سید کی طرف تو چندہ لانے کی ہے پخ
اور شیخ کے گھر میں پنجگانے کی ہے پخ
مے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
شیخ بھی خوش رہیں شیطان بھی بیزار نہ ہو

اکبر الٰہ آبادی آخری دور میں جب تہذیبی تبدیلی کو نمایاں دیکھتے ہیں اور مغربی تہذیب کے اثرات جابجا نظر آنے لگتے ہیں تو انھیں اپنے اسلاف کی یاد بھی ستاتی ہے اور جنابِ شیخ کا تضاد بھی رُلاتا ہے۔ قوم کے بڑے بزرگ یا تو تہذیب مغربی کے دلدادہ ہو گئے یا گوشہ نشین ہو گئے۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اپنی قلبی واردات کو وہ ''شیخ'' کی علامت کے استعمال سے یوں بیان کرتے ہیں:

شیخ در گور و قوم در کالج
رنگ ہے دور آسمانی کا
شیخ کو اُلفت ہو گئی مِس کی
خوب پۓ اب شوق سے وھس کی

اسی تناظر میں ایک قطعہ ملاحظہ کیجیے:

نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت
وُضو کی اور مناجاتِ سحر کی
مگر ہاں چائے پی کر حسبِ دستور
تلاوت کرتے ہیں وہ پانیر کی

اب آتے ہیں اکبر الٰہ آبادی کی شاعری میں شراب کے ذکر کی جانب، اکبر کون سی شراب کو پسند کرتے ہیں اور کونسی شراب سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں؟ اکبر نے شراب کی علامت کو مختلف کیفیات بیان کرنے کے لئے استعمال کیا ہے، کہیں وہ فنا کے بیان، تہذیبی تبدیلی اور رومانویت کے معانی میں لیتے ہیں تو کہیں تہذیبِ حاضر اور مغربی تہذیب کا تمسخر اڑانے کے لئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ موضوع کی طوالت کے اندیشے کے پیش نظر یہاں صرف اکبر کی محبوب اور پسندیدہ شراب کا ذکر ہو گا۔ اکبر اپنی شاعری میں جابجا اس شراب سے محبت اور اس کی طلب کی دُعا کرتے ہیں اور ولایتی شراب سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ ولایتی شراب سے مراد مغربی تہذیب لیتے ہیں۔ شراب کا استعمال اگرچہ زمانۂ قدیم سے چلا آرہا تھا کہ ساقیٔ کوثر نے اس شراب کو حرام قرار دیا اور مے وحدت کو اہلِ اسلام کے سامنے پیش کیا۔ جس کی مستی نے

زمان و مکان میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ وہ شراب تھی جس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں ہیچ تھیں۔ اس مے وحدت کا جس کو بھی ایک قطرہ تک نصیب ہوا، وہ دمِ آخریں تک شکر و عاجزی کے ساتھ، ساقیٔ میخانہ کے حضور سربسجود رہا اور ان کی مستی صورِ اسرافیل سے بھی متاثر نہیں ہو گی۔ عربی اور فارسی شعرا، بالخصوص صوفی شعرا نے اسی شرابِ معرفت اور شراب طہور کی تعریف کی ہے۔ اسی کے گُن گائے ہیں اور اسی کی طلب میں زندگیاں وقف کی ہیں اور جنھوں نے اس کے جام سے روح کی تشنگی بجھالی تو پھر انھوں نے اس کی شان میں وہ قصائد لکھے کہ اب ان کو پڑھنے والے بھی بے خود اور مست ہو جاتے ہیں۔ اس شراب کی خوبیاں اور صفات بیان کرنے کے لئے الفاظ کم اور زندگی محدود ہے جبکہ اس کی مستی لا محدود ہے۔ جن خوش نصیبوں نے دو چار جام پیے وہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہلائے، وہ رومی رحمۃ اللہ علیہ و عطار رحمۃ اللہ علیہ بنے اور وہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے روپ میں سامنے آئے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق اور وجدان کے مطابق اس کی تفصیل و تفسیر بیان کی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدے میں اسی مے الست کو یوں بیان کرتے ہیں:

سَقَانِی الْحُبُّ كَاسَاتِ الْوِصَالِ   فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِ(۷)

ترجمہ: عشق و محبت نے مجھے وصل کے جام پلائے پس میں نے اپنی شراب سے کہا کہ میری طرف لوٹ آ۔

صوفیاء کے ہر دل عزیز شاعر خواجہ حافظ شیرازی ساقی سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

ساقی بنور بادہ برافروز جامِ ما   مُطرِب بگو کہ کار جہاں شُد بکام ما(۸)

ترجمہ: اے ساقی شراب کے نور سے ہمارے پیالہ کو روشن کر، اے مُطرب تم یہ کہو کہ جہان کا کام ہمارے حسبِ مراد ہے۔

یہ مے وحدت کس طرح کشید کی جاتی ہے اور اس کی قدر و منزلت کیا ہے؟ اس حوالے سے فارسی کی یہ رباعی قابلِ توجہ ہے:

خون نابہ َدِل خُور کہ شرابے بہِ ازیں نیست
دندان بہ جگر زن کہ کبابے بہِ ازیں نیست
دَر کنز و ہدایہ نتواں یافت خُدا را
در صفحہ َدِل بیں کہ کتابے بہِ ازیں نیست(۹)

مرزا اسد اللہ خاں غالب بھی اُسی شراب کی تمنا میں بیقرار نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

مے سے غَرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اِک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسی شراب کی طلب میں یوں تڑپ اٹھتے ہیں:

لا پھر ایک بار وہی بادہ وجام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی
شرابِ کُہن پھر پلا ساقیا
وہی جام گردش میں لا ساقیا

اکبر الٰہ آبادی بھی اپنی شاعری میں جا بجا اُسی شراب کا پرچار کرتے ہیں۔ اُس کے فراق میں تڑپتے ہیں اور اس کے وصال کی دُعا کرتے ہیں:

مستوں کو حقیقت کا اک جلوہ دکھا دینا
موجِ مے وحدت کو آئینہ بنا دینا
کر دیا اہلِ بصیرت فیضِ ساقی نے مجھے
ساغرِ مے آفتاب اوجِ عرفاں مر گیا

اکبر کو جس شراب سے عشق ہے وہ شرابِ معرفت ہے۔ یہ شراب کسی موسم کی محتاج نہیں۔ اس مے کو پینے سے انسان کو ابدی بے خودی مل جاتی ہے۔ یہ شراب دل وجاں اور روح کو معطر کرتی ہے، اس کے پینے والوں کی آنکھوں میں بلا کی مستی ہوتی ہے وہ جسے دیکھتے ہیں اسے اپنا گرویدہ کر لیتے ہیں، وہ جس سے ہاتھ ملاتے ہیں وہ دنیا سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے اور اکبر کے الفاظ میں یوں صدا دیتا ہے:

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں   بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

اس کو پینے سے کوئی حد نافذ نہیں ہوتی، کوئی قاضی فتویٰ جاری نہیں کر سکتا اور نہ ہی شرع میں رخنے کا ڈر ہے بلکہ شریعت تو ببانگ دُہل اس کے فضائل بیان کرتی ہے اور مومن کی نشانی بتاتی ہے کہ یہ شراب صرف اور صرف مومن کے لئے ہے۔ اسی تناظر میں اکبر کے اشعار دیکھئے:

جامِ مے الست سے ایسی تھی بے خودی
ہستی کا اپنی جس ہوا نفخِ صور تک

رندانِ پختہ کار کو موسم کی قید کیا
موقوف مے کشی نہیں ماہ اگست پر

اشارہ کرتی ہے کہ ساقی کی چشم مست اکبر
کہ دو جہاں کو بھلاتے ہیں ایک جام سے ہم

دل ہی دل میں ہو لیے مستِ مے منصور ہم
شرع میں رختے کا خطرہ تھا نہ خوفِ دار تھا

سیاسی، سماجی اور تہذیبی کشمکش کے بیان کے لئے شراب کا علامتی استعمال اور پوری ہندوستانی مسلم تہذیب کی کشمکش کو وہ ایک رباعی میں یوں بیان کرتے ہیں:

پیتا ہوں شراب آب زم زم کے ساتھ
رکھتا ہوں اک اونٹنی بھی ٹم ٹم کے ساتھ
ہے عشق مجازی اور حقیقی دونوں
قوال کی بھی صدا ہے چھم چھم کے ساتھ

اکبر الٰہ آبادی بھی اقبال کی طرح ہند کے میخانوں کے بند ہونے پر پریشاں ہیں کیونکہ ہند میں اسلام نے انھی مے خانوں سے پرورش پائی۔ اب یہاں پر وہ جام معرفت پلانے والے نظر نہیں آتے۔ اکبر اپنی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

وہ مے نہیں رہی نہ وہ پیمانہ رہ گیا　　　دنیا میں بزم جم کا اک فسانہ رہ گیا

اکبر شراب کی علامت سے عشق و محبت کے معانی بھی لیتے ہیں جیسے:

محبت کا نشہ رہے کیوں نہ ہر دم　　　بھرا ہے مے عشق سے جام دل کا

عام شراب کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہیں اسے طنز و مزاح پیدا کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ کریں:

مے انھوں نے پی اب ان کے پاس کیونکر دل لگے
جانور اک رہ گیا انسان رخصت ہو گیا

بہت دُخترِ رز تھی رنگیں مزاج
نظر ملتے ہی آشنا ہو گئی

اس قطعہ میں مے انگور اور ولایتی شراب پینے والوں کی کیفیت کو کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

بدبو مرے گھر نہ اے شرابی پھیلا
ہے تیرا دین نجاستوں کا تھیلا
ہر لحظہ طلب شراب کی ہے تجھ کو
ہر دم ترے منہ سے ہے نکلتا مے لا

حاصل بحث یہ ہے کہ لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کی ذات وہ سنگم ہے جہاں ادب کی قدیم روایت اور جدیدیت ملتی نظر آتی ہے۔ ان کی شخصیت سے قدیم تہذیب و ادب اور جدید غزل اور نظم نگاری کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ حالی نے غزل کو جس مقام پر چھوڑا یہ اس کو وہاں سے آگے لے گئے۔ ڈاکٹر محمد صادق کے بقول:

> "اکبر نے زبان کا علامتی نظام نئے مزاحی انداز میں مرتب کیا لیکن انھوں نے اس علامتی استعمال کو معاشرتی زندگی کے دور تک پھیلے ہوئے سلسلوں سے مربوط کر دیا۔" (۱۰)

اکبر نے "شیخ" کی علامت کو استعمال کرتے ہوئے، مختلف تناظر میں کثیر المعانی مطالب اَخذ کیے۔ وہ اسے مسلمان قوم کی نمائندگی کے لئے، پیر و مرشد کے لئے، طنز و مزاح پیدا کرنے کے لئے، خود کو مخاطب کرنے کے لئے اور مسلم تہذیب کے تابناک ماضی کو اجاگر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اکبر "شراب" سے مراد شرابِ معرفت، شرابِ طہور، شرابِ وحدت، مے عشق لیتے ہیں اور دخترِ رز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ "ولایتی شراب" سے مراد مغربی تہذیب ہے جو مشرقی اقدار اور روحانیت سے بالکل نابلد ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، (لاہور: اقبال اکادمی، طبع دوم، ۲۰۱۳ء)، ۳۷۲۔

(۲) ایضاً، ۳۷۶۔

(۳) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، مرتب: انتخاب کلام اکبر الہ آبادی، (لاہور: الحمد پبلی کیشنز)، ۱۰۔

(۴) رانا خضر سلطان، مرتب: کلیات اکبر، (لاہور، بک سٹال)، ۱۵۔

(۵) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، انتخاب کلام اکبر الہ آبادی،۱۰۔

(۶) شیخ عطاء اللہ،اقبال نامہ، ۳۷۵۔

(۷) غلام محی الدین گیلانی، مرتب: مجموعہ وظائف چشتیہ، (لاہور: پاکستان انٹر نیشنل پرنٹرز)،۱۳۰۔

(۸) ڈاکٹر میر ولی اللہ، لسان الغیب،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، طبع پنجم،۲۰۰۱ء)، ۱: ۵۳۔

(۹) فیض احمد فیض، مہر منیر،(اسلام آباد: مکتبہ درگاہِ غوثیہ مہریہ،۲۰۰۶ء)،۱۱۰۔

(۱۰) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی۲۰۱۰ء)، ۳: ۱۸۵

REFERENCES

1. Ata Ullah Sheikh, *Iqbal Nama*, (Lahore: Iqbal Acedimy, 2013), p.372.
2. ibid, p.376.
3. Khawja Muhammad Zakaria, (Comp.) *Intekhab Kalam-e Akbar Abadi*, (Lahore: Al-Hamd Publications), p.10.
4. Khezar Sultan, (Comp.) *Kulliyat-e Akbar*, (Lahore: Book Stol), p.15.
5. Khawja Muhammad Zakaria, *Intekhab Kalam-e Akbar Abadi*, p.10.
6. Ata Ullah Sheikh, *Iqbal Nama*, p.375.
7. Ghulam Muhai al-Din Gelani, (Comp.) *Majmu'a Wazaif Chishtia*, (Lahore: Pakistan International Prenters), p.130.
8. Meer Waliullah, *Lesanul Ghaib*, (Islamabad: Dost Publications, 2001), p.53.
9. Faiz Ahmad Faiz, *Mahar Munir*, (Islamabad: Maktaba Dargah-e Ghosia Mehria, 2006), p.110.
10. Khawja Muhammad Zakaria, *Tarikh Adabiat-e Musalmanan-e Pakistan wa Hind*, (Lahore: University of the Punjab, 2010), p.3: 185.

❖❖❖